مذہب حنفی میں قواعد فقہ کے اہم مصادر اوران کا منہج واسلوب

The primitive sources of legal maxims in Hanafi School of thought and their methodology

ڈاکٹر سلیم الرحمان[i]   نجیب زادہ[ii]

Abstract

The subject of Islamic legal maxims was recognized as a separate branch of knowledge from the beginning of the fourth century hijri. During this period, there was a great development in Islamic jurisprudence and the four major juristic schools of interpretation progressed during this while which resulted in the compilation of the great treasure of legal queries and their respective provisions. The newly befalling issues and problems of daily life were deducted by the scholars of these schools in accordance with the principles of juristic inquiry as laid down by the founders of their respective school and the process of giving preference and reasoning among different opinions initiated.

As a result of these developments, the scope of Islamic jurisprudence was broadened and the rich source of valuable legal issues and their provisions pertaining to different chapters of Islamic jurisprudence came into being.The leading Hanafi, Shafie, Maliki and Hanbali jurists took part in this process and prominent jurists of all these schools started writing important books on this subject.

Likewise, the rationale and philosophy underneath the jurisprudential queries could also be comprehended from these sources of Islamic legal maxims. In the current article, we introduce the important sources and methodology of the Hanfi School of

i اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک تھیالوجی، اسلامیہ کالج پشاور

ii لیکچرر، ڈیپارٹمنٹ آف تھیالوجی، اسلامیہ کالج، پشاور

interpretation pertaining to Islamic legal maxims.

***Key Words**: legal maxims,jurisprudence,founders*

صحابہ کرامؓ مختلف دینی، سیاسی، انتظامی، اور اجتماعی ضرورتوں کی وجہ سے مختلف علاقوں میں آباد ہوئے۔ خلفائے راشدین اور ما بعد کے ادوار میں اسلامی خلافت میں بڑی تیزی کے ساتھ وسعت آئی اور مختلف جغرافیائی، نسلی، سیاسی، تمدنی اور اجتماعی پس منظر رکھنے والے اقوام نے اسلام قبول کیا، جس کے نتیجے میں مختلف النوع قسم کے ہزاروں مسائل پیش آئے جن کے حل کے لئے صحابہ کرامؓ اور ان کے بالواسطہ اور بلاواسطہ شاگردوں نے قرآن وسنت کے دائرہ میں رہتے ہوئے نہ صرف اجتہاد کیا بلکہ اجتہاد کے اصول وضوابط بھی وضع کیے اور یوں مختلف دبستان فقہ قائم ہوئے۔ ان میں سے کچھ مٹ گئے البتہ اہل سنت کے چار مسالک تاحال باقی اور رائج ہیں۔ ان حضرات کے اجتہاد کے نتیجے میں بے شمار اور ان گنت مسائل کا شرعی حل پیش کیا گیا۔ مسائل اور حوادث چونکہ بغیر ترتیب کے پیش آتے ہیں اس لئے ان کے احکام بھی غیر مرتب انداز میں وضع کیے گئے اور یہ صورت حال تقریباً ہر مذہب میں رہی۔ چنانچہ ان مسائل کو متناسب سکیم کے تحت سمجھنے اور ان کو منضبط کرنے کے لئے علم قواعد فقہ کو مدون کیا گیا بلکہ چاروں مذاہب میں کتابیں مرتب کی گئیں۔ حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی فقہاء نے ان تصنیفی مساعی میں حصہ لیا اور ان کے اہم مصادر مدون ہوئے۔

قواعد فقہیہ کا جو ذخیرہ کتب اس وقت موجود ہے۔ ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے فقہاء کی تالیفات میں اسلوب نگارش، ترتیب، اور طرز استدلال میں نہ صرف یہ کہ اختلاف پایا جاتا ہے۔ بلکہ ایک مذہب کی تالیفات میں بھی ان امور میں اختلاف نظر آتا ہے اور ان میں مختلف اسالیب دیکھنے میں آتے ہیں۔ ان کتابوں میں کبھی قواعد کو قواعد کی حیثیت سے مرتب کیا گیا ہے۔ اور کبھی ان کو ضمنی طور پر درج کیا گیا ہے۔ ان میں ایسی کتب بھی قلمبند کی گئی ہیں جن میں قواعد کو کتاب کیساتھ بطور جز یا ضمیمہ کے شامل کیا گیا ہے۔ اور کچھ کتابیں ایسی ہیں جن میں مختصر یا مفصل انداز سے ان قواعد کی تشریح کی گئی ہے۔ بعض تالیفات قواعد کو ان کیساتھ

ملتے جلتے علوم، فروق، الاشباہ والنظائر، ضوابط، اور اُصولی قواعد کیساتھ مخلوط انداز میں جمع کیا گیا ہے۔ اور بعض تحریروں میں قواعد کو مذکورہ فنون سے الگ اور ممتاز کرکے کتاب کا حصہ بنایا گیا ہے۔

ان متعدد اور متنوع اسالیب پر مشتمل ہوتے ہوئے ان کتب میں ایک دوسرے سے استفادہ بھی ملتا ہے۔ یہ استفادہ کبھی اسلوب اور ترتیب کے اعتبار سے ہوتا ہے، کہ بعد میں آنے والے اہل علم نے سابقین کے اسلوب اور ترتیب کو اپنایا ہوتا ہے۔ اور کبھی کبھار ان کتب میں باہمی استفادہ تلخیص و تفصیل، یا تعلیق و تکمیل کے لحاظ سے ہوتا ہے، کہ آنے والے کو گزرے ہوئے اہل فن کی کتابیں نامکمل یا تفصیل طلب لگیں تو ان کی تفصیل کی یا تکملہ لکھا۔ یا سابقین کی طویل کتابوں کی تلخیصات مرتب کیں۔

لیکن یہ امر واضح اور ناقابل انکار ہے کہ ان چاروں مذاہب میں فن کے اعتبار سے فقہاء احناف کو سبقت کا اعزاز حاصل ہے۔ چنانچہ نامور محقق استاد مصطفی احمد الزرقاء ہیں:

> والظاهر أن المذهب الحنفی، وهو أقدم المذاهب الأربعة الكبری، قد كانت الطبقات العليا من فقهاء أسبق إلى صياغة تلک المبادیء الفقهية الكلية فی صيغ قواعد ، والاحتجاج بها وعنهم نقل رجال المذاهب الأخری[1]

چاروں مشہور فقہی مذاہب میں سے قدیم ترین مذہب یعنی مذہب حنفی کو سبقت کا شرف حاصل ہے۔ اس مذہب کے فقہاء کے طبقہ اولیٰ نے ان عمومی تعلیمات کو قواعد کے سانچے میں ڈھالا اور ان کو بطور استدلال استعمال کیا۔ اس سلسلے میں شیخ مصطفی احمد الزرقاء فرماتے ہیں:

> ويظهر من تتبع حركة التأليف فی القواعد ان فقهاء الشافعية ثم الحنابلة ، ثم المالكية تابعوا الحنفية فی ذلک، ثم انتقلت الی علماء الشيعة ، بهذا الترتيب التاريخی[2]

فقہاء احناف کے بعد بالترتیب شوافع، حنابلہ اور مالکیہ کا نمبر آتا ہے۔ اہل السنت والجماعت کے ان چاروں مذاہب کے بعد اہل تشیع علماء اس فن کی طرف متوجہ ہوئے۔ علامہ ابن نجیم حنفی فرماتے ہیں:

> إن أصحابنا رحمهم الله تعالى لهم خصوصية السبق فی هذا الشأن والناس لهم أتباع[3]

اس مہتم بالشان علم و فن (یعنی قواعد اور اشباہ و نظائر) کی تدوین میں فقہاء احناف کو سبقت کا اعزاز حاصل ہے۔اور باقی لوگ ان کے تابع اور خوشہ چین ہیں۔

فقہاء احناف کے طبقہ متقدمین نے قواعد فقہ کو موضوع بحث بنایا۔انہوں نے سب سے پہلے امام ابو حنیفہ کے اجتہادات پر بالخصوص اور عام اسلامی احکامات پر بالعموم اس نقطہ نظر سے غور کیا کہ ان کی تہہ میں کون سے بنیادی اصول کارفرما ہیں۔رفتہ رفتہ جب یہ بنیادی اصول معلوم ہوئے تو ان حضرات نے نہ صرف قواعد فقہیہ کے موضوع پر قلم اٹھایا بلکہ اس کو ایک باقاعدہ اور مستقل بالذات علم کی شکل دے دی۔چنانچہ حنفی فقہاء میں سے طبقہ اُولی نے سب سے پہلے ان قواعد و مبادی کو الفاظ کے سانچے میں ڈھالا اور انہی سے دوسرے مذاہب کے فقہا نے یہ قواعد نقل کیے[4]۔فقہاء احناف میں سے جس فقیہ نے سب پہلے ان قواعد کو متعارف کروایا وہ امام ابو طاہر الدباس تھے۔آپ نے امام ابو حنیفہ کے فقہی اجتہادات اور آراء کا گہرا مطالعہ کیا، اور آپ اس نتیجے پر پہنچے، کہ امام صاحب کے اجتہادات اور فقہی آراء کی بنیاد سترہ قواعد ہیں۔ فقہ حنفی کی تمام جزئیات ان پر منطبق ہوتی ہیں۔ چنانچہ امام علائی شافعی (متوفی ۷۶۱ھ)اور مذہب شافعی کے نامور محقق جلال الدین سیوطی نے بھی اس باب میں احناف کی سبقت کا اعتراف کیا ہے[5]۔امام ابو طاہر الدباس کے مرتب کردہ ان سترہ میں سے پانچ قواعد مندرجہ ذیل ہیں:

الأمور بمقاصدها ، اليقين لايزول بالشک، المشقة تجلب التيسير ، الضرر يزال ، العادة محكمة[6]

ان پانچ قواعد کو "قواعد خمسہ ہیں" کہا جاتا ہے۔چاروں فقہی مذاہب میں ان سے استدلال پر اتفاق پایا جاتا ہے۔

چوتھی صدی ہجری میں قواعد فقہ کے موضوع پر باضابطہ تصنیف کا آغاز ہوا، جس کا سہرا امام ابو طاہر الدباس (متوفی ۳۸۸ھ) کے معاصر امام ابو الحسن الکرخی (متوفی ۳۴۰ھ) کے سر ہے آپ نے رسالہ لکھا، جس میں انتالیس (۳۹) اصول و کلیات جمع کیے، آپ کا یہ رسالہ قواعد فقہ کا قدیم ترین مجموعہ ہے، اور اس کو فن قواعد کا سنگ بنیاد سمجھا جاتا ہے:

وأول مجموعة وصلت إلينا فی شكل رسالة خاصة [7]

چنانچہ ممتاز معاصر محقق علی احمد الندوی نے علمِ قواعد فقہ میں فقہاء احناف کی دیگر مذاہب پر اس رسالہ کو سبقت کی دلیل قرار دیا ہے:

وهذه الرسالة شاهد على أن مذهب الحنفية أسبق المذاهب إلى التاليف فى هذاالمضمار[8]

امام ابوالحسن کرخی کے رسالہ میں مرتب کردہ یہ اصول ان کی رائے میں فقہ حنفی کی بنیاد ہیں۔ اس لحاظ سے مؤلف نے اس کا نام سے الأصول التى عليها مداركتب أصحابنا الحنفية رکھا ہے۔

امام نسفی(۷۳۵ھ) نے فقہی جزئیات کے ذریعہ امام کرخی کے بیان کیے ہوئے قواعد کی تخریج اور مختصر تشریح کی پانچویں صدی ھجری کے نصف اول میں نامور حنفی فقیہ قاضی ابوزید دلوسی (۴۳۰ھ) کے تاسیس النظر کے نام سے نہایت اہم اور بے نظیر کتاب تالیف کی۔ اس کے بعد علائ الدین سمرقندی(۵۴۰ھ) کی کتاب "الایضاح القواعد" کا تذکرہ تاریخ میں ملتا ہے۔ "یہاں تک اس فن کی نشو و نما اور ارتقائ میں فقہاء احناف کا کوئی سہیم و شریک نظر نہیں آتا[9]۔ "چھٹی صدی ہجری میں مختلف فقہی مذاہب کے اہل علم نے اس موضوع پر قلم اٹھایا۔

محمد بن ابراہیم جاجری(۶۳۰ھ) کی القواعد فى فروع الشافعية اور شیخ الاسلام عزی الدین بن عبدالسلام شافعی (۶۶۰ھ) "قواعد الاحکام" وجود میں آئیں۔ اسی طرح فقہا مالکیہ میں محمد بن عبداللہ الکبری(۶۸۵ھ) کی المذهب فى ضبط قواعد المذهب اور علامہ قرافی امام ابوالعباس احمد بن ادریس القرافی(۶۸۴ھ) مالکی(۶۸۴ھ) کی معروف کتاب "کتاب الفردق" منصہ شہود پر آ گئی۔ آٹھویں صدی ہجری میں قواعد کی موضوع پر تمام مذاہب کے فقہا بالخصوص فقہاء شوافع کی تالیفات کا جہاں غلبہ نظر آتا ہے۔ وہیں فقہاء حنابلہ کا بھی نمایاں حصہ نظر آتا ہے۔ جن میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ (۷۲۸ھ) کی "القواعد النورانیہ الفقہیہ" اور ابن رجب حنبلی (۷۹۵ھ) کی شہرہ آفاق کتاب "قواعد ابن رجب" قابل ذکر ہیں[10]۔

آنے والے سطور میں اس فن سے متعلق مذہب حنفی کے اہم مصادر میں ہر ایک کا تعارف کر کے اس کے منہج واسلوب کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔

1. اُصول الکرخی (تالیف: ابوالحسن الکرخی، متوفی ۳۴۰ھ)

اس کتاب کے مولف کا اصل نام عبید اللہ بن الحسن بن دلال ہے۔ لیکن ابوالحسن الکرخی کے نام سے شہرت پائی۔ ۲۶۰ھ عراق کے مضافاتی بستی کرخ جدان میں پیدا ہوئے۔ اسی علاقہ کی طرف نسبت کی وجہ سے کرخی کہلائے۔ عراق کے مرکزی شہر بغداد میں سکونت اختیار کر کے تحصیل علم میں مشغول رہے۔ اور مروجہ علوم وفنون میں اس حد تک کمال حاصل کیا کہ عراق میں فقہائے احناف کے رئیس بنے۔ ابو علی احمد بن محمد الشاشی (متوفی ۳۴۴ھ) اور امام ابو بکر الجصاص (متوفی ۳۷۰ھ) جیسے فقہا اور امام ابو حفص بن شاہین (متوفی ۳۸۵ھ) اور جیسے دیگر محدّثین وقت نے آپ کے سامنے زانوے تلمذ تہ کیے[11]۔ علم وعمل کے پیکر تھے۔ تجر علمی اور کثرت روایت سمیت انتہائی عبادت گزار اور قناعت کے واستغنا کی دولت سے مالا مال تھے۔ کثرت تلامذہ کی وجہ سے آپ کے شاگرد ہر جگہ پھیلے[12]۔ ۳۴۰ھ میں بغداد میں انتقال ہوا۔ علمی آثار میں سے شرح الجامع الصغیر، شرح الجامع الکبیر اور اصول الکرخی مشہور ہیں[13]۔

آپ کی تصنیفات میں سب سے زیادہ شہرت "اصول الکرخی" کو حاصل ہوئی۔۔ مختصر رسالہ ہونے کے باوجود فقہی قواعد کا قدیم ترین مجموعہ ہے۔ اسے فقہی قواعد کے فن کا سنگ بنیاد ماناجاتاہے۔ اس میں کل "۳۹" فقہی قواعد یا اصول مرتّب کیے گئے ہیں[14]۔ امام ابوالحسن الکرخی نے اس میں ایسے قواعد واصول بیان کیے جو آپ کی دانست میں فقہ حنفی کی بنیاد ہیں۔

رسالہ ہذا میں مندرجہ اصول کے تحقیقی مطالعہ اور بغور جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ مروّجہ اصطلاحی معنی کے رو سے ان میں قواعد، ضوابط اور اصول سب شامل ہیں۔ بحیثیت مجموعی اس کتاب میں دو قسم کے اصول مرتب کیے گئے ہیں۔ ان میں کچھ تو ایسے عمومی اصول ہیں جو کلیات اور ایسے فقہی قواعد کی حیثیت رکھتے ہیں جو بلا تخصیص مذہب فقہ اسلامی کا مجموعی سرمایہ قرار پاتے ہیں، ان سے ہر مذہب میں استدلال کیا جاسکتاہے۔ اور کچھ اصول ایسے ہیں جو محض حنفی طرز استدلال اور اسلوبِ اجتہاد کے مطابق مسائل واحکام کے استنباط واستخراج کے سلسلے میں بروئے کار لائے جاسکتے ہیں۔

اس قسم سے تعلق رکھنے والے اصول میں بعض ایسے اصول بھی ہیں جن پر علمی گرفت کی گئی ہے اور انہیں تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے تاہم مختلف حنفی فقہاء نے ان کے دفاع میں بہت سے توجیہات اور تاویلات پیش کیے مثلاً انتیسواں اصل یوں ہے:

والأصل أن كل آية تخالف قول أصحابنا فإنها تحمل على النسخ أو على الترجيح وألاولى أن تحمل على التاويل من جهة التوفيق[15]

اصول یہ ہے کہ ہر وہ آیت جو ہمارے اصحاب (فقہاء احناف) کے قول کے خلاف ہو تو اس کے بارے میں سمجھا جائے گا کہ وہ منسوخ ہے یا کسی اور دلیل کو اس پر ترجیح حاصل ہے یا اس میں ایسی تاویل کی جائے کہ اس آیت میں اور ہمارے ائمہ کرام کے قول میں تطبیق پیدا ہو جائے۔ یہ اور اس جیسے چند دیگر اصول کی جو توضیح و تشریح علماء احناف کرتے آئے ہیں، کے اعتبار سے قابل اعتراض نہیں رہتے[16]۔ بہر حال چند ایسے متنازعہ فیہ اصول کی موجودگی سے کتاب کی تاریخی اہمیّت اور علمی قدر و قیمت پر کوئی خاص اثر نہیں پڑتا اور امام ابو الحسن الکرخی کا یہ لازوال امتیاز اور کارنامہ اپنی جگہ باقی رہتا ہے کہ آپ علم قواعد فقہ کے باضابطہ مدوّن اور اس فن کی سب سے پہلی اور قدیم کتاب کے مصنف ہیں۔

اس رسالہ میں مصنف کا اسلوب نگارش یہ ہے کہ ہر قاعدہ کو الٲصل کے عنوان سے بیان کرتے ہیں۔ ان قواعد کا جائزہ لینے اور مابعد کے ادوار کے متداول قواعد کے ساتھ موازنہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کے لفظی اسلوب اور عبارتی قالب میں کچھ نہ کچھ فرق ضرور پایا جاتا ہے لیکن معنی، مدلول اور فروع کے لیے جامعیت اور عموم پر کوئی خاص اثر نہیں پڑتا۔ بطور مثال امام ابو الحسن الکرخی نے یہ اصل ذکر کیا ہے۔

الأصل أن السوال والخطاب يمضى على ما عم وغلب لا على ما شذ وندر[17]

مجلہ الٲحکام العدلیۃ میں یہ قاعدہ اس اسلوب میں ترتیب دیا گیا:

العبرة للغالب الشائع لا للنادر[18]

امام ابو الحسن الکرخی کے ذکر کردہ چند اصول مندرجہ ذیل ہیں:

الأصل ما ثبت باليقين لا يزول بالشک[19]

یہ علم قواعد کے پانچ اساسی قواعد میں سے ایک قاعدہ ہے۔ جس کو بعد کے ادوار میں مختصر ترین اسلوب "الیقین لا یزول بالشک" میں ڈھالا گیا۔

الأصل من ساعده الظاهر فالقول قوله ، والبينة على من يدعى خلاف الظاهر[20]

الأصل أن للحالة من الدلالة كما للمقالة[21]

لیکن ان قواعد کے بارے میں حتمًا یہ کہنا مشکل ہے، کہ ان تمام قواعد کو امام ابو الحسن الکرخینے بذات خود وضع کیا یا ان کا استخراج کیا۔ البتہ کتاب کے عنوان "الأصول التى عليها مدار كتب اصحابنا" سے اتنا اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ یا تو آپ نے ائمہ احناف کی تصنیفات میں جابجا بکھرے ہوئے قواعد کو جمع کیا یا حنفی حلقوں میں بطور استدلال استعمال ہونے والے فقہی قواعد کو چوتھی صدی ہجری میں با ضابطہ تحریر کا جامہ پہنایا۔ بہر حال اس رسالہ میں درج تمام اصول ایسے ہیں جنہیں فقہ حنفی میں مسائل اور استنباط احکام میں بروئے کار لایا جاتا ہے۔ مختصر ہونے کے باوجود یہ رسالہ اس بات کی بیّن شہادت ہے کہ علم قواعد فقہ کے سنگ بنیاد رکھنے کا سہرا امام ابو الحسن الکرخی کے سر اور اس کی تدوین میں سبقت کا اعزاز مذہب حنفی کو حاصل ہے۔

2. تاسیس النظر (تالیف: ابو زید الدبوسی، متوفی ۴۳۰ھ)

اس کتاب کے مؤلف قاضی ابو زید دبوسی ہیں، آپ کا اصل نام عبید اللہ عمر بن عیسی ہے۔ دراصل بخاری و سمر قند کے ایک مضافاتی شہر دبوسیہ کی طرف نسبت کی وجہ سے دبوسی کہلاتے ہیں، اپنے زمانے کے نامور حنفی فقیہ اور ان علاقوں کے شیخ وقت تھے۔ فقیہانہ استدلال، قانونی بصیرت اور استخراجِ دلائل میں ضرب المثل مانے جاتے تھے۔ سمر قند اور بخارا کے نامور علماء سے آپ کے مناظرے ہوئے جن میں ہمیشہ آپ کا پلہ بھاری رہا[22] نامور مورخ ابن خلکان (متوفی ۶۰۸ھ) نے ان کے متعلق کہا:

وكان من كبار أصحب الامام أبى حنيفة ممن يضرب المثل وهو أول من وضع الخلاف وأبرزه إلى الوجود[23]

"آپ کا شمار ان اکابر احناف میں ہوتا ہے جن کو ضرب المثل مانا گیا۔ آپ نے ہی سب سے پہلے علم الخلاف یا علم اختلاف الفقہاء کی طرح ڈالی اور اس کو ایک باقاعدہ علم قرار دیا[24]۔"

آپ نے مفید کتابیں تحریر کیں جن میں سے چند یہ ہیں:

الأسرار فی الأصول والفروع، تقویم الأدلة فی الأصول،النظم فی الفتاوی[25]

تاسیس النظر؛ امام دبوسی جملہ تالیفات میں سب سے زیادہ شہرت کتاب مذکور تاسیس النظر کو ملی۔ یہاں تک کہ علمی حلقوں میں یہی آپ کی پہچان ہے۔ پانچویں صدی ہجری کے اوائل میں فقہاء کرام نے جو تصانیف مرتب کیں ان میں یہ انمول کتاب ہے۔ اس کتاب کا موضوع دراصل فقہاء کے درمیان واقع اختلاف کا منشا واضح کرنا ہے۔ اس لیے یہ کتاب فن قواعد کی کتب میں شمار کیے جانے سے پہلے ان ابتدائی کتب میں سے ہے۔ جو تقابلی مطالعہ فقہ یا فقہ مقارن میں تحریر کی گئیں۔ امام ابو زید الدبوسی خود مقدمہ میں رقم طراز ہیں:

جمعت فی کتابی هذا أحرفا اذا تدبرها الناظر فیها وتأملها عرف محال التنازع ومدار التناطح عن التخاصم[26]

"میں نے اس کتاب میں ایسے اصول وکلیات کو جمع کیا کہ دیکھنے والا ان میں غور وتامل کے بعد اختلاف کے وقت محل اختلاف اور مدار اختلاف کو سمجھے گا۔"

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف کا مقصد فقط قواعد کا جمع کرنا نہیں بلکہ قواعد کا ذکر آپ نے اس لیے کیا تاکہ منشا اختلاف کی وضاحت کے لیے مدد ومعاون بنے، اور یہ بات بھی ثابت ہو کہ فقہاء کے درمیان اختلاف، متعین قواعد کی بنیادوں پر پایا جاتا ہے۔ چنانچہ ائمۂ احناف سمیت امام مالک، امام عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ اور امام شافعی میں سے ہر ایک کے وہ قواعد واصول بیان کیے تاکہ پتہ چلے کہ ان اصول میں اختلاف ہی دراصل ان کے تحت مندرج ہونے والے فروع اور جزوی مسائل میں اختلاف کا سبب بنتا ہے۔

یہ کتاب اگرچہ (۸۶) اصول وقواعد پر مشتمل ہے لیکن یہ عمومی قواعد نہیں بلکہ ان میں اکثر قواعد مذہب ہیں۔ مؤلف نے کتاب کو آٹھ اجزاء میں تقسیم کیا۔

أ. القسم الذی فیه خلاف بین الامام ابی حنیفه وبین صاحبیه محمد بن الحسن وأبی یوسف

ب. القسم الذی فیه خلاف بین ابی حنیفه وابی یوسف وبین محمد بن الحسن

ت. القسم الذی فیه خلاف بین ابی حنیفه ،محمد وبین ابی یوسف

ث. القسم الذی فیه خلاف بین ابی یوسف ومحمد

ج. القسم الذى فيه خلاف بين الفقهاء الحنفيه الثلاثه محمد بن الحسن والحسن بن زياد و زفر

ح. القسم الذى فيه خلاف بين الأئمه الحنيفه وبين الامام مالک بن أنس

خ. القسم الذى فيه خلاف بين علماء الحنيفه الثلاثه محمد بن الحسن والحسن بن زياد وزفر وبين ابن أبى ليلى

د. القسم الذى فيه خلاف بين الفقهاء الحنفيه الثلاث وبين الامام الشافعى

امام دبوسی نے ان آٹھ اجزاء میں سے ہر ایک جز کو مختلف ذیلی ابواب کے تحت تقسیم کیا ہے اور ہر باب میں اس موضوع سے متعلق یا اس سے ملتے جلتے مسائل سے متعلق اصول ذکر کیے۔ ہر اصل اور قاعدہ کی مثالیں دیں اور توضیح مراد کی غرض سے تطبیقی نظائر بھی درج کیے۔ مؤلف نے آخر میں ان آٹھ اجزاء کے بعد ایک اور قسم بیان کی جس میں متفرق اختلافی اقوال اور آراء کے اصول و قواعد کو جمع کیا۔ لیکن کتاب مذکور کے ضمن میں یہ بات قابل لحاظ ہے کہ امام الدبوسی نے اس میں ''اصل'' کا لفظ عمومی مفہوم میں استعمال کیا ہے جس کے مصداق میں مروجہ اصطلاحی مفہوم میں قواعد، ضوابط اور اصول سب جگہ پاتے ہیں۔ بطور نمونہ بعض اقتباسات حسب ذیل ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ فروع میں اختلاف در حقیقت قواعد واصول میں اختلاف کے پیش نظر واقع ہوا ہے۔

1) لأصل عند أبى حنيفة أن الشىء إذا غلب عليه وجوده ، يجعل كالموجود حقيقة وإن لم يوجد''ومن المسائل المفرعة على هذه القاعدة : ان من صلى فى السفينة وهو يخاف على نفسه دوران رأسه جازت صلاته عن ابى حنيفة لهذا المعنى لأن الغالب من السفينة دوران الرأس ، فجعل كالموجود حقيقة وإن لم يوجد وعندهما (عند أبى يوسف ومحمد) لا تجوز صلاته[27]

2) الأصل عند محمد أن البقاء على الشى يجوز أن يعطى حكم الابتداء--- عند أبى يوسف لا يعطى له حكم الابتداء فى بعض المواضع منها: أن الرجل إذا تطيب قبل الإحرام بطيب بقى رائحته بعد الإحرام كره ذالک عند محمد وجعل البقاء عليه كا بتداء هوعند أبى يوسف لا يكره[28]

3) والأصل عند أصحابنا أن مالا يتجزأ فوجود بعضه كو جود كله وعند زفر لا يكون وجود بعضه كو جودكله[29]منها إذا نزع إحدى جرموقيه بعد ما مسح عليهما ،

ينتقض مسحه فى الجرموقين جميعا لأن انتقاض المسح لا يتبعض ،كما إذا نزع إحدى خفيه ، وعند زفر لا ينتقض المسح بالجرموق الآخر[30]

امام ابو زید الدبوسی کا یہ علمی کام اپنی نوعیت کا انوکھا اور ابتدائی کام ہے۔ آپ نے جن قواعد کا ذکر کیا ہے اکثر کا اسلوب جامع اور مستحکم ہے۔ ان اصول کے ذریعہ ایک طرف مختلف ابواب میں بکھرے ہوئے فروع کو ایک اصل کے ضمن میں منضبط کرنے کی کلید اور دوسری طرف منشأ اختلاف معلوم کرنے کا سلیقہ ہاتھ آجاتا ہے۔

3. الأشباہ والنظائر (تالیف: ابن نجیم، متوفی ۹۷۰ھ)

علم الاشباہ والنظائر کے نام سے مرتب کی گئی کتب میں بالعموم اور علم قواعد میں مذہب حنفی کی بالخصوص شہرہ آفاق کتاب ہے۔ جس کے مؤلف کا پورا نام زین الدین بن ابراہیم بن نجیم الحنفی المصری ہے اور ابن نجیم کے نام سے مشہور ہیں۔ دسویں صدی ہجری کے علم و عمل اور تقوی وورع کے معتبر شخصیات میں آپ کا شمار کیا جاتا ہے۔ آپ کا تذکرہ یوں کیا گیا:

كان إماماً عالما عاملا مؤلفا مصنفا ماله فى زمنه نظير--- وفى الجملة كان من مفاخر الديار المصرية[31]

اپنے زمانے کے نامور اساطین علم سے اکتساب فیض کر کے مروجہ علوم وفنون میں کمال حاصل کیا۔ افتاء اور تدریس کے سلسلے میں خلق خدا نے آپ سے استفادہ کیا۔ فقہ واصول فقہ میں رسائل تصنیف کیے۔ فقہ حنفی کے مختلف متون کے شروح لکھے: کنز الدقائق کی شرح "البحر الرائق" کے نام سے لکھی، "الفوائد الزینیہ فی الحنفیہ"، اصول فقہ میں حافظ الدین نسفی کی شرح المنار کی شرح "فتح الغفار فی شرح المنار" تالیف کی، "لب الأصول" کے عنوان سے ابن الہمام کی التحریر کی تلخیص کی۔ ہدایہ پر تعلیق کے علاوہ متعدد مفید کتابیں تحریر کیں[32] آپ کا انتقال ۹۶۹ھ یا ۹۷۰ھ کو ہوا[33]۔

الأشباہ والنظائر؛ آپ کی تالیفات میں "الأشباہ والنظائر" علم قواعد کی بالعموم اور فقہ حنفی کی بالخصوص مقبول ترین کتاب ہے۔ نام، ترتیب، مندرجات، شہرت اور خصوصیات میں جلال الدین سیوطی کی الأشباہ والنظائر سے بہت مماثل اور مشابہ ہے۔ چنانچہ اندازہ ہوتا ہے کہ مؤلف نے امام سیوطی کی کتاب کو بنیاد بنا کر اسے مرتب کیا۔

آپ نے اپنی کتاب کو تاج الدین سبکی کے اسلوب نگارش پر مرتب کیا۔ مقدمہ میں آپ نے کہا:

وإن المشائخ الكرام---حرروا ونفعوا شكر الله سعيهم إلا أنى لم أر لهم كتاب يحكى كتاب الشيخ تاج الدين السبكى الشافعى مشتملا على فنون فى الفقه[34]

آپ نے مباحث کی ترتیب اور بیان قواعد میں معمولی اختلاف کے ساتھ امام سبکی (متوفی ۷۷۱ھ) کے اسلوب اور منہج کی پیروی کی اور وہ یہ کہ امام تاج الدین السبکی کی کتاب میں اصولی قواعد کی جو کثرت پائی جاتی ہے وہ ابن نجیم کے الأشباہ والنظائر میں ناپید ہے۔ ابن نجیم نے اپنی کتاب کو سات حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ اور ہر حصہ کو فن کا نام دیا ہے۔ فن اول میں پچیس (۲۵) قواعد سے بحث کی ہے اور ان ۲۵ قواعد کو مزید دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

1) پہلے حصہ میں وہ چھ قواعد درج کیے ہیں جن کو ابن نجیم کی رائے میں فقہ اسلامی کی بنیاد کا درجہ حاصل ہے۔ ان کے نزدیک فقہ اسلامی کے دوسرے قواعد، ضوابط اور فروعی احکام بلاواسطہ یا بالواسطہ ان چھ قواعد سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں پانچ قواعد تو وہی ہیں جن سے چاروں فقہی مذاہب میں استدلال پر اتفاق پایا جاتا ہے۔ اور یہ قواعد خمسہ کہلاتے ہیں۔

(۱)ألامور بمقاصدها(۲)الضرر يزال(۳)اليقين لا يزول بالشک(۴)المشقة تجلب التيسير (۵) العادة محكمة (۶)لا ثواب الا بالنيية

آخری قاعدے کا اضافہ ابن نجیم نے کیا، لیکن شیخ مصطفی احمد الزرقا نے لکھا ہے کہ اس کو ایک الگ بنیادی قاعدہ شمار کرنا درست نہیں معلوم ہوتا۔ غور کیا جائے تو پہلے قاعدے الأمور بمقاصدها کا ایک ذیلی قاعدہ ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ الامور بمقاصدھا میں دنیوی اور اخروی اجر و ثواب کا ذکر ہے[35] جبکہ لا ثواب الا بالنية میں صرف اخروی ثواب کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ بہر حال یہ دونوں قاعدے مشہور حدیث إنما الأعمال بالنيات وإنما لكل امرئ ما مانوى[36] سے ماخوذ ہیں اور اس کی دو مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں۔

2) دوسرے حصہ میں ابن نجیم نے مختلف موضوعات پر انیس ایسے قواعد ذکر کیے ہیں کہ پہلے پانچ یا چھ قواعد کی بنسبت ان کی جامعیت اور اطلاق کی ہمہ گیری ذرا کم ہے۔ بطور مثال بعض قواعد یہ ہیں۔

الاجتهاد لا ينقض بالاجتهاد[37]

تصرف الامام على الرعية منوط بالمصلحة[38]

ذکر بعض ما لا يتجزى كذكر كله[39]

إذا اجتمع المباشرو المتسبب أضيف الحكم إلى المباشر[40]

یہ اس حصہ کا آخری قاعدہ ہے ان سب قواعد سے جس قسم کے احکام نکلتے ہیں اور جہاں جہاں انکا اطلاق ہوتا ہے، ان سب پر ابن نجیم نے تفصیل سے بحث کی ہے۔ چنانچہ یہ کتاب اپنی ترتیب او ر مندرجات اور شہرت کے لحاظ سے دنیائے حنفیت کی مقبول اور متداول کتاب بن گئی ہے۔ جس کا اندازہ ان کی شروحات سے لگایا جا سکتا ہے جو مطبوع یا مخطوط شکل میں ۲۵ کے عدد سے تجاوز کر گئیں ہیں[41] جن میں سے مشہور شرح غمز عیون البصائر للحموی ہے جو مطبوع اور متداول کتاب ہے۔

4. مجامع الحقائق (تالیف: ابو سعید الخادمی، متوفی ۱۱۷۶ھ)

مؤلف کا پورا نام ابو سعید محمد بن محمد بن مصطفی الخادمی ہے۔ ولادت اور انتقال خادم نامی بستی میں ہونے کی وجہ سے الخادمی کے نام سے مشہور ہوئے۔ بارہویں صدی ہجری میں ترکی کے حنفی فقیہ اور اصولی عالم تھے۔ اپنے وقت نابغہ عالم تھے۔ حفظ متون اور مختلف علوم و فنون میں کمال حاصل تھا، فقہ حنفی کی کتاب درر الحکام شرح غرر الحکام کا حاشیہ تحریر کیا[42]۔

مجامع الحقائق؛ ابو سعید خادمی نے بارھویں صدی ہجری میں قواعد فقہ کے باب میں قابل ذکر کام کیا، دراصل آپ نے اصول فقہ میں ایک کتاب مجامع الحقائق، کے نام سے تحریر کی۔ اور اس کے خاتمہ میں آپ نے فقہی قواعد کا ایک مجموعہ ذکر کیا۔ اس مجموعہ میں کل (۱۵۴) قواعد بغیر شرح کے ذکر کیے اور ان قواعد کو الف بائی ترتیب سے مرتب کیا[43]۔ مذہب حنفی میں اس سے قبل علم قواعد میں جتنی کتابیں تالیف کی گئیں، ان میں اس ترتیب کا لحاظ فقط آپ کے ہاں ملتا ہے۔ فقہ حنفی اس اسلوب کے موجد ہیں۔

کتاب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے بیشتر وہ قواعد ذکر کیے۔ جن کو آپ سے پہلے علامہ ابن نجیم نے "الاشباہ والنظائر" میں جمع کیا تھا۔ لیکن آپ نے ان پر ایسے قواعد کا بھی اضافہ کیا جن کو بلاشبہ فقہ اسلامی میں بھرپور اہمیت حاصل ہے۔

ابتدا مشہور فقہی قاعدہ الأمور بمقاصدها سے کی۔ آپ کے جمع کردہ قواعد میں سے کچھ قواعد ایسے ہیں جن کا تعلق فقہی مسائل کے انضباط سے کم اور استنباط مسائل سے زیادہ ہے لہٰذا ان کو اصول

فقہ میں درج کرنا زیادہ مناسب تھا۔ اس کے علاوہ بعض ایسے قواعد بھی آپ نے ذکر کیے جو مروجہ اصطلاحی قواعد نہیں بلکہ کی فقہ حنفی کے توجیہی اصول ہیں اور شاید مرتب نے حنفی فقہاء کے لیے مرتب کیے تاکہ وہ احکام کے استنباط، استدلال اور تعلیل میں ان سے راہنمائی حاصل کریں۔ ان چند کے علاوہ بقیہ قواعد فقہیہ کلیہ ہیں[44]۔

بطور مثال چند قواعد حرف الالف کے تحت درج قواعد میں سے یہ ہیں:

إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام على الحلال

إذا اجتمع المباشر والمتسبب أضيف الحكم إلى المباشر

الأصل بقاء ما كان على ماكان[45]

بعض ایسے قواعد ہیں جو حقیقت میں اصول توجیہیہ ہیں مثلاً: وبناء القوى على الضعيف فاسد[46]

بعض ایسے قواعد کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے جو حقیقت میں اصول فقہ ہیں لیکن قواعد کی جگہ استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً: الترجيح لا يقع بكثرةالعلل[47] النص على خلاف القياس يقتصر على مورده[48]

اس کے علاوہ عمومی قواعد بھی مذکور ہیں لیکن اساسی قواعد کے مقابلے میں ان میں عموم کم پایا جاتا ہے۔ اور ان کا دائرہ اثر ان کی نسبت سے کم اور چھوٹا ہے مثلاً: البقاء أسهل من ابتداء، ذكر بعض مالا يتجزأ كذكر كله[49] کتاب کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ علامہ ابو سعید الخادمی نے جن قواعد کا بھی تذکرہ کیا ہے ان کو جامع اور مختصر عبارت کا جامہ پہنایا ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے، کہ مؤلف نے اس میدان میں مہارت کا ثبوت دیا ہے۔

علامہ مصطفی کو زل حصاری (متوفی ۱۲۱۵ھ) نے "منافع الدقائق فی شرح مجامع الحقائق" کے نام سے اس کی مفید شرح لکھی۔ کتاب کے دوسرے مباحث کی طرح ان قواعد کی خاطر خواہ تشریح کی اور ان قواعد کی تطبیقی مثالیں اور نظائر ذکر کیے۔ قواعد کی وضاحت کی وہ کمی پوری کی، جو علامہ خادمی سے تشنہ رہ گئی تھی[50]۔

5. **مجلۃ الأحکام العدلیۃ (تالیف: لجنۃ من علماء الخلافۃ العثمانیہ)**

دولت عثمانیہ نے تیرہویں صدی ہجری میں دیگر یورپی ممالک کی طرح انتظامی محکموں

میں عمل در آمد کی غرض سے فقہ اسلامی کی روشنی میں قانون مدنی کی ضابطہ بندی کا فیصلہ کیا، تو اہل علم اور قانونی ماہرین کی ممتاز کمیٹی نے ۱۸۵۱ دفعات اور سولہ ابواب پر مشتمل ''مجلہ'' تالیف کیا۔ مجلہ کے مرتبین نے مذہب حنفی کے مفتی بہ اور راجح اقوال کا التزام کیا۔ اور کثیر احکام کتب ظاہر الروایۃ سے لیے۔ جس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ اور صاحبین کا اختلاف ہو تا وہاں مجلہ میں وہ مسلک اختیار کیا گیا ہے جو زمانہ کے تقاضوں اور مصلحت عامہ کے لحاظ سے منفعت بخش اور ہم آہنگ ہو۔ مجلہ میں صرف ان احکام و مسائل کا ذکر کیا گیا ہے جنکا تعلق تمدنی زندگی کے معاملات سے ہے۔ عبادات، عقوبات اور تعزیرات کے مسائل بیان نہیں کیے گئے۔

مجلہ الأحکام العدلیۃ نے قواعد فقہیہ کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ علامہ ابن نجیم اور ابو سعید الخادمی وغیرہ کے ہاں جو موتی بکھرے ہوئے تھے ان کو منقح اور مہذب کر کے ۹۹ قواعد کی صورت میں مجلہ کے مقدمہ میں درج کیا گیا۔ یہ ۹۹ قواعد دفعہ ۲ سے لے کر ۱۰۰ تک مرتب کیے گئے وہ قواعد ان کے علاوہ ہیں جو مجلہ میں درج احکام و فروع کے ضمن میں پائے جاتے ہیں۔ اگرچہ مجلہ کے مقدمہ کی رو سے ان قواعد کی وہ حیثیت نہیں جو مجلہ کی بقیہ دفعات کی ہے، چنانچہ ۱۸۸۶ء میں کمیٹی کے طرف سے ارباب اختیار کو جو رپورٹ پیش کی گئی اس میں ان قواعد کے سلسلے میں لکھا گیا:

> وبهذا القواعد يمكن للإنسان تطبيق معاملات على الشرع الشريف أوفى الأقل التقريب وبناءً على ذالک لم تكتب هذه القواعد تحت عنوان كتاب أو باب بل أدرجناها في المقدمة[51]
>
> "ان قواعد کے ذریعہ لوگوں کے لیے یہ ممکن ہو جائے گا کہ وہ اپنے معاملات کے بارہ میں حکم شرعی معلوم کر کے اس کی تطبیق کر سکیں یا کم از کم اپنے معاملات کو شریعت کی روح سے قریب تر کر سکیں۔ بنا بریں (کہ یہ قانون نہیں نہ ان کی بنیاد پر فیصلہ یا فتوی دیا جائے گا) ان قواعد کو ہم نے کتاب کا عنوان لگا کر اسکے تحت نہیں لکھا بلکہ مقدمہ میں اس کو درج کیا ہے۔"

ان قواعد کی قانونی حیثیت اگرچہ مجلہ کے دیگر دفعات کی نہیں تاہم پہلی بار قواعد کو قانون موضوعہ کا جزو قرار دیا گیا۔ اس سے ان کے مطالعہ اور درس و تدریس کی عام روچل پڑی۔ مجلہ احکام عدلیہ نے اپنے زمانہ کے اس وسیع خلا کو پر کر دیا تھا جو دنیائے قضاء و معاملات میں پایا جاتا تھا۔ کیونکہ

اس وقت تک جو مسائل شرعیہ فقہ کی مختلف کتابوں میں منتشر تھے اور ایک ہی مسئلہ کے متعلق متعدد اقوال وفتاویٰ پائے جاتے تھے، وہ سب واضح اور صریح احکام کی صورت میں اس خوبی سے منضبط ہوگئے کہ قانون دان حضرات کو اس کے سمجھنے اور پیش نظر معاملات میں ان سے استفادہ کرنے میں کوئی دشواری نہ رہی[52]۔

مجلہ الأحکام العدلیہ میں جو ۹۹ قواعد کلیہ بیان کیے گئے وہ اپنی جامعیت، عبارت کی خوبصورتی اور اختصار کی وجہ سے سارے قواعدی لٹریچر میں ممتاز ہیں۔ مجلہ کے مرتبین نے اس وقت تک فقہ حنفی پر قواعد کے اعتبار سے ہونے والے علمی کاوشوں سے استفادہ کیا اور ۹۹ عمومی قواعد منتخب کر کے مجلہ کے ابتداء میں جمع کیے۔ لیکن یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیے، کہ "مجلہ" کو مرتب کرنے والے علماء نے ان قواعد کو وضع یا تصنیف نہیں کیا تھا اور نہ ان قواعد کو بیان کرنے میں خاص ترتیب پیش نظر رکھی تھی۔ بلکہ بلا کسی ترتیب یا معنوی رعایت کے قواعد بیان کیے تھے۔ ان میں یہ رعایت بھی نہیں رکھی گئی کہ ہم معنی یا قریب المعنی قواعد یکجا ذکر کئے گئے ہو۔ یا کسی ایک بحث یا موضوع سے متعلق قواعد یکجا ہوں[53]۔ اس لیے مجلہ کے قواعد میں تکرار کے ساتھ ساتھ تداخل بھی پایا جاتا ہے اس کے علاوہ ان میں بعض قواعد بالکل بنیادی نوعیت کے ہیں۔ مشہور فقہی مذاہب میں ان پر اتفاق کے ساتھ ساتھ کیفیت استعمال اور تطبیق میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اور بعض قواعد میں نسبتاً فروعی پہلو پایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان قواعد کو دو زمروں میں تقسیم کیا جاتا ہے:

(۱) بنیادی اساسی قواعد (۲) فروعی قواعد

بنیادی قواعد سے مراد وہ اساسی قواعد ہیں جن سے بہت سے فروعی احکام اور متعدد فروعی قواعد نکلتے ہیں لیکن وہ خود کسی قاعدے سے ماخوذ نہیں۔ فروعی قواعد سے مراد وہ قواعد ہیں جو کسی بنیادی اور اساسی قاعدہ کی ذیلی تشریحات کے ضمن میں آتے ہیں یا اس کے کسی فرعی بحث سے اعتناء کرتے ہیں[54]۔

اگرچہ "مجلہ" کے مقدمہ کی رو سے ان قواعد کی وہ حیثیت نہیں جو مجلہ کی بقیہ دفعات کی ہے لیکن پہلی بار قواعد کو رائج قانون کا جزو بنا دیا گیا، اس سے ان کے مطالعہ، درس وتدریس اور تشریح وتوضیح کا سلسلہ شروع ہوا اور اختصار یا تطویل کے ساتھ مجلہ کے شارحین نے ان قواعد کی بھی

شرح کی اور ان قواعد کی ضمنی فروع اور مستثنیات کی وضاحت کی۔ان شروحات میں مندرجہ ذیل نے زیادہ شہرت پائی۔

1) **مرآۃ مجلۃ الأحکام العدلیۃ** یہ سابق شاہی مفتی مسعود آفندی کی تالیف ہے۔ یہ سب سے پرانی شرح ہے جو ترکی متن پر عربی زبان میں ہے جس میں مسائل مجلہ کے مأخذ بیان کیے گئے ہیں اور ساتھ ہی مختصر طور پر ان مسائل کی تشریح بھی کی گئی ہے۔

2) **مسیحی عالم سلیم بن رستم باز لبنانی(متوفی ۱۳۳۸ھ) کی شرح المجلۃ**، شرح مذکور کے بعد تالیف کی گئی۔ آپ مجلس شوری حکومت عثمانیہ کے سابق رکن تھے۔ یہ ایک ضخیم کتاب ہے اس کی عبارت آسان اور مختصر ہے۔ اور اس میں اصل مآخذ کے نام بھی درج ہیں۔ لیکن اس شرح میں مجلہ میں ذکر شدہ احکام کے دلائل شرعیہ بیان نہیں کیے گئے۔ پہلی دفعہ ۱۸۸۸ء میں طبع ہوئی۔

3) **منیر القاضی(متوفی ۱۹۶۹ء) کی شرح المجلہ** یہ شرح ۱۲۸۷ صفحات میں منشورات حلبی لبنان میں ۲۰۰۹ میں شائع کی گئی۔

4) **درر الحکام شرح مجلہ الأحکام** یہ تمام شروح میں سب سے زیادہ ضخیم شرح ہے جس کے مؤلف علی حیدر، ہائی کورٹ کے پہلے صدر، محکمہ فتاوی کے امین، وزیر عدل اور استنبول کے لاء کالج میں مجلہ کے پروفیسر تھے۔اس شرح کو سولہ حصوں اور چھوٹے بڑے ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اس شرح میں مجلہ کے تمام احکام کی شرعی دلیلیں مع حوالہ کتب کے بیان کی گئی ہیں۔الغرض یہ ایک مکمل شرح ہے۔

5) **شرح المجلہ، محمد خالد أتاسی (متوفی ۱۳۶۲ھ)** یہ ایک اور شرح ہے جو حمص کے سابق مفتی محمد خالد اتاسی مرحوم (متوفی ۱۳۲۶ھ) نے تصنیف کی اور آپ کے بیٹے محمد طاہر اتاسی سابق مفتی نے مکمل کر کے شائع کی۔ یہ ضخیم اور جامع شرح چھ جلدوں میں ہے اس میں فقہ کے مستند حوالہ جات مندرج ہیں اس کے علاوہ دوسری شروحات بھی تالیف کی گئیں [55]۔ان مسلسل کاوشوں کے ساتھ مجلہ کے قواعد کی الگ شروحات بھی تالیف کی گئیں۔ قواعد مجلہ کی الگ شروحات میں سب سے جامع اور مفید شرح استاد احمد بن محمد بن عثمان الزرقا(متوفی ۱۳۵۷ھ) کی شرح "شرح القواعد الفقہیہ"[56] ہے جس میں ہر قاعدے کے ضمن میں ان کے تمام مشمولہ

صورتوں اور مستثنیات کا تذکرہ اس خوب صورتی کے ساتھ کیا ہے جس سے قاعدہ کے تمام جوانب واضح ہوتے ہیں اور کوئی گوشہ مخفی اور کوئی پہلو تشنہ نہیں رہتا[57]۔

6. الفرائد البہیہ فی القواعد والفوائد الفقہیہ (تالیف: ابن حمزہ الحسینی الدمشقی، متوفی ۱۳۰۵ھ)

مؤلف کا نام محمود بن محمد بن نسیب بن حسین ہے، اپنے خاندانی روایات کے مطابق ابن حمزہ الحسینی مشہور ہوئے۔ ۱۲۳۶ھ میں دمشق میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی۔ اپنے زمانے کے اساطین علم اور علماء کبار سے علمی استفادہ کیا اور علوم وفنون اور حفظ متون میں اپنے زمانہ کے نابغہ روزگار عالم بن کر ابھرے۔ باریک خطاطی کے لحاظ سے بھی اپنے وقت کے یکتائے روزگار خطاط تھے۔ یہاں تک کہ چاول کے ایک دانے کی دو تہائی پر سورۃ فاتحہ تحریر کی اور نگینہ کے برابر کاغذ پر شہدائے بدر کے نام اس خوش اسلوبی اور مہارت سے تحریر کیں کہ ان کو وضاحت کے ساتھ پڑھا جاسکتا تھا۔ مختلف اہم مناصب پر فائز ہوتے ہوتے دمشق کے مفتی بنے۔ دولت عثمانیہ کے اطراف واکناف کے علاوہ مغربی ممالک سے شرعی مسائل کے حل کے سلسلے میں فتاوی آپ کے پاس آتے۔ ۹ محرم ۱۳۰۵ھ کو آپ کا انتقال ہوا[58]۔ آپ نے متعدد عمدہ تالیفات مرتب کیں جن کی تعداد ۲۵ سے زائد ہے ان میں سے بعض یہ ہیں:

(۱) درالأسرار (تفسیر القرآن الکریم)

(۲) الفتاوی: یہ فتاوی حمزاویہ یا فتاوی محمودیہ بھی کہلاتا ہے جو دو جلدوں پر مشتمل ہے

(۳) نظم الجامع الصغیر للامام محمد، تقریباً تین ہزار ابیات پر مشتمل ہے اس میں امام محمد کے "الجامع الصغیر" کو منظوم کیا ہے۔

(۴) قواعد الأوقاف (۵) مجموعہ الرسائل الفقہیہ (۶) العقیدۃ الإسلامیہ (۷) دیوان الشعر[59]

خلافت عثمانیہ کے آخری زمانہ میں جب آپ دمشق کے منصب قضا پر فائز تھے۔ اس وقت آپ کو مذکورہ کتاب تالیف کرنے کا خیال آیا۔ آپ نے فقہ کے معروف اساسی کتب بالخصوص فقہ حنفی کے کتب فتاوی سے قواعد کلیہ، ضوابط فقہیہ اور اصول کا بھرپور استقصاء کیا۔ اور الفرائد البہیہ فی القواعد والفوائد الفقہیہ کے نام سے کتاب مرتب کی۔ خود تحریر کرتے ہیں:

فاستخرت الله تعالی فی جمع کتاب یحتوی علی ما ذکر آخذ ذلک من الکتب المعتمدة کا لجامع الصغیر والخانیة والخصاف وشرح السیر الکبیر والهندیة وأنفع الوسائل والبزازیة والخلاصة والدر المختار والأشباه والحواشی وغیرها[60]

آپ کا مقصدِ تالیف درحقیقت ارباب فتوی کے لیے قواعد وضوابط کے ذریعہ مأخذ کی طرف مراجعت اور نئے حوادث کے سلسلے میں استخراج احکام کو آسان بنانا تھا چنانچہ آپ رقمطراز ہیں:

وقلت الراویة وفقدت الدراسة وصعب الوصول إلی المسائل الشرعیة فوجب تقریب الطریق للوصول إلی أجوبة النوازل برعایة الضوابط والقواعد وتسهیل المسالک علی السالک بتحریر الفوائد[61]

چنانچہ آپ نے فقہی ابواب کی ترتیب پر اپنی کتاب کو مرتب کرنے کا اسلوب اختیار کیا۔ جہاں جہاں کام کی باتیں ملیں وہ لے لیں اور ان کے مأخذ کی طرف اشارہ کیا۔ اور فوائد کے عنوان سے جابجا بنیادی احکام بیان کیے، اس اسلوب کے تحت طہارت کے مسائل سے لے کر فرائض تک ابواب کو بیان کیا لیکن تمام فقہی ابواب کا احاطہ نہ کر سکے۔ اس کتاب میں خالص قواعد نسبتاً کم ہیں یا تو مختلف ابواب کے ضوابط ہیں یا ایسے بنیادی احکام اور اصول ہیں جو کسی ایک دو فقہی ابواب سے متعلق ہیں[62]۔ مصنف کے اسلوب کے مطابق اس کتاب میں بیان کردہ قواعد وضوابط کی تعداد (۲۵۱) ہے، اڑھائی سو فقہی قواعد کر کر کے ہر قاعدہ، ضابطہ اور اصول کی تطبیقی مثالیں دیں، علاوہ ازیں مصنف نے قواعد کے ساتھ (۶۳۶) فوائد بھی ذکر کیے ہیں۔ جو گراں قدر علمی فوائد پر مشتمل ہیں اس طرح قواعد اور فوائد کی کل تعداد (۸۸۶) ہیں ۔ مصنف نے "فائدہ" کا لفظ قریب قریب ضابطہ کے مفہوم میں استعمال کیا ہے۔ قواعد کے نام سے جابجا موقع و محل کے لحاظ سے بعض بنیادی احکام بھی بیان کیے ہیں۔ بطور نمونہ بعض مثالیں حسب ذیل ہیں:

1. شهادة الانسان فیما باشره مردودة بالاجماع کما إذا شهد الوکیل بالنکاح فإن شهادته لا تصح ویستوی فی ذالک من باشره لنفسه أو لغیره ومن خاصم أولم یخاصم
2. کل من کان أهلا للشهادة فهو أهل للقضاء-ومن لا یکون أهلا للشهادة کالعبد والصبی والأعمی والمرأة والکافر لا یکون أهلا للقضاء حتی لو قلد فقضی لا ینفذ قضاه وکذا المحدود فی قذف

3. القديم يترک على قدمه ولا يغير إلا بحجة

استاد مصطفی احمد الزرقاء جیسے مایہ ناز محقق کے نزدیک کتاب مذکور فن قواعد واصول کا وسیع علمی مجموعہ ہے:

فکان أخر وأوسع ما جمع باسم القواعد والأصول الفقهية فيما نعلم[63]

ہمارے علم کے مطابق قواعد فقہ اور اصول کے سلسلے کی یہ آخری اور جامع علمی تالیف ہے۔ قواعد فقہ کے سلسلے میں مرتب کی گئی۔

فقہاء احناف کی جن کتابوں پر تبصرہ گذشتہ صفحات میں گزرا۔ یہ مذہب حنفی کے اہم مصادر اور دستیاب کتب ہیں۔ تمام کتب نہیں۔ بعض کتابیں دستیاب نہیں اور بعض تحریریں مخطوط شکل میں آج تک مکتبات کی زینت اور طباعت و تحقیق کی منتظر ہیں۔ چنانچہ ممتاز معاصر محقق علی احمد ندوی نے فقہاء احناف کے مرتب کردہ مخطوط و مطبوع کتب کی فہرست ذکر کی ہے۔ جن کی تعداد چودہ تک پہنچتی ہیں[64]۔

الف بائی ترتیب کے مطابق یہ فہرست مندرجہ ذیل ہیں۔

1) الاشباہ والنظائر، تالیف: ابن نجیم المصری(۹۷۰ھ)
2) اصول الکرخی، تالیف: امام ابوالحسن اکرخی(۳۴۰ھ)
3) اصول الجامع الکبری، الملک المعظم عیسیٰ ایوبی، (۶۲۳ھ)
4) ایضاح القواعد، مصطفی بن ہاشم بن احمد مختار۔ یہ درحقیقت امام ابوسعید خازمی کے جمع کردہ قواعد فقہ کی شرح ہے جو آپ نے اپنی کتاب جامع الحقائق کے خاتمہ میں ذکر کیے ہیں۔
5) تأسیس النظر، تالیف: ابوزید الدبوسی(۴۳۰ھ)
6) تشریح القواعد الکلیۃ، تالیف: ستار بن عبداللہ، القسطنطینی(۱۳۰۴ھ)
7) ذخیرۃ الناظر فی الأشباہ والنظائر، علی الطوری الحنفی
8) شرح القواعد الفقھیۃ، احمد الزرقا الحلبی(۱۳۵۷ھ)
9) العقود الحسان فی قواعد مذھب النعمان، لشھاب الدین احمد
10) الفرائد البھیۃ فی القواعد الفقھیۃ، محمود حمزۃ الحسینی، (۱۳۰۵ھ)

11) قواعد فی الفروع، تالیف: شرف الدین علی بن عثمان الغزی

12) قواعد الفقہ، تالیف: مفتی محمد عمیم الاحسان المجددی۔البنجلادیشی

13) القواعد الکلیۃ، دکتور احمد الحجی الکردی

14) مجموعۃ القواعد، ابراہیم بن محمد القیصری الحنفی

اس باب میں ابن نجیم حنفی کی شہرہ آفاق کتاب "الاشباہ والنظائر" کی حواشی، تعلیقات اور شروحات ان کے علاوہ ہیں۔ جن کی تعداد اکتیس ہے[65]۔ فقہاء احناف کے ان تصنیفی مساعی سے اس محترم علم کی قدر و قیمت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہر زمانہ میں ان صاحبان علم و قلم نے اپنے اپنے علمی مقام، فقہی ذوق اور فنی اسلوب کے مطابق قابل قدر علمی ذخیرہ مرتب کر کے آنے والی نسلوں تک منتقل کیا۔

خلاصہ بحث

علم قواعد فقہ کی باضابطہ تدوین چوتھی صدی ہجری میں ہوئی۔ ماوراء النہر کے حنفی فقیہ ابو طاہر الدباس نے قواعد کو سب سے پہلے فی قواعد کی حیثیت سے متعارف کرایا۔ تمام فقہی مذاہب میں مذہب حنفی کو فن قواعد کی تدوین میں سبقت کا اعزاز حاصل ہوا۔ امام ابوالحسن الکرخی الحنفی اس فن کے مدون ہے اور آپ کا رسالہ "رسالہ اصول الکرخی" اس فن کا سنگ بنیاد سمجھا جاتا ہے۔ فقہ حنفی میں الف بائی ترتیب کے ساتھ قواعد کی تدوین کا منفرد اسلوب علامہ خادمی نے متعارف کیا۔ مجلہ الأحکام العدلیہ میں قواعد فقہ کو قانونِ موضوعہ کا جز بنایا گیا۔ اسی وجہ سے مجلہ نے ہی قواعد کے فروغ میں زبردست کردار ادا کیا۔

حواشی و حوالہ جات

1 الزرقاء، مصطفی احمد، المدخل الفقہی العام ۲: ۹۵۲، دار الفکر بیروت۔ لبنان (س۔ن)

2 اس سلسلے میں شیخ مصطفی احمد الزرقاء فرماتے ہیں: ''ویظهر من تتبع حركة التأليف فی القواعد ان فقهاء الشافعيه ثم الحنابلة ، ثم المالكية تابعوا الحنفية فی ذلک ، ثم انتقلت الی علماء الشيعة ، بهذا الترتيب التاريخی۔ دیکھیے: المدخل الفقہی العام ۲: ۹۵۸، فقرہ (۵۶۸)

3 ابن نجیم والأشباہ والنظائر: ۷، کراچی ایچ ایم سعید کمپنی ایجوکیشنل پریس کراچی، (س۔ن)

4 عبدالرحمن، اردو ترجمہ: فقہ اسلامی کی نظریہ سازی: ۷۲، الفیصل ناشران لاہور (س۔ن)

5 العلائی ابو سعید، المجموع المذہب فی قواعد المذہب ا: ۲۵۲، کویت وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیۃ، ۱۴۱۴ھ

6 الاَشباہ والنظائر: ۸

7 البورنو، محمد صدقی بن احمد الغزی، الوجیز فی ایضاح قواعد الفقہ الکلیۃ: ۳، الریاض مکتبۃ المعارف، ۱۴۱۰ھ

8 الندوی، علی بن احمد، القواعد الفقہیۃ: ۱۳۱، دمشق دار القلم، ۱۴۰۶ھ

9 خالد سیف اللہ رحمانی، قاموس الفقہ: ۴: ۳۶۳ زمزم پبلشرز، کراچی (س۔ن)

10 نفس مصدر

11 الجواہر المضیۂ فی طبقات الحنیفہ، ا: ۳۳۷؛

12 الشیرازی، ابواسحاق ابراہیم بن علی، طبقات الفقہاء: ۱۴۲، بیروت، دار الرائد العربی (س۔ن)

13 الفوائد البہیۃ: ۱۰۸- ۱۰۹

14 علامہ مصطفیٰ اَحمد الزرقا نے ان اصول کی تعداد "۳۷" قرار دی ہے۔ جب کہ مولانا عبد القدوس ہاشمی نے مقدمہ میں ان کی تعداد "۳۶" ذکر کی ہے ان اصول کی تعداد میں اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ استاد زرقاء نے اصل کتاب کے دو اور مولانا ہاشمی نے تین کلیات کو شمار نہیں کیا۔ باحث کے خیال میں شاید یہ وہ اصول و کلیات تھے، جو مذہب حنفی کی زائد از ضرورت تائید اور مدافعت پر مبنی ہیں۔ بطور مثال "الَاصل ان کل آیۃ تخالف قول اصحابنا فانہا تحمل علی النسخ او علی الترجیح او علی التاؤیل من جہۃ التوفیق" اگرچہ اس جیسے دو ایک دوسرے اصول کی جو تعبیر حنفی علماء کرتے آئے ہیں، وہ قابل اعتراض نہیں اور نہ ان اصول کی تطبیق کی وہ مثال جو علامہ نسفی نے ذکر کی ہے۔ اس اعتراض کی گنجائش باقی رہنے دیتی ہیں لیکن بظاہر الفاظ ذرا موحش قسم کے واقع ہوئے ہیں۔ (المدخل الفقہی العام ۲: ۹۵۴)

15 اصول الکرخی، اصل (۲۹)

16 قواعد الفقہ: ۱۸

17 اصول الکرخی: اصل (۹): ۱۳

18 مجلۃ الَاحکام العدلیۃ، مادہ، ۴۲

19 اصول الکرخی اصل (۱): ۱۱

20 نفس مصدر

21 نفس مصدر اصل (۷): ۱۳

22 السمعانی، عبد الکریم بن محمد، الَانساب ۲: ۴۵۴، تقدیم عبد اللہ البارودی، بیروت دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۰۸ھ

23 ابن خلکان، وفیات الَاعیان ۳: ۴۸، رقم منشورات الشریف الرضی، ۱۳۶۴ھ

24 مؤرخ ابن خلکان نے اگرچہ امام دبوسی (متوفی ۴۳۰ھ) کو علم الخلاف یا علم اختلاف الفقہا کا موجد قرار دیا ہے اور علامہ الزرکلی بھی اس خیال کے حامل نظر آتے ہیں۔ (وفیات الَاعیان ۳: ۴۸) تاہم مؤرخ ابن خلکان کی جلالت

شان کی باوجود انکی اس رائے سے پورے طور پر اتفاق کرنا مشکل ہے کیونکہ علامہ دبوسی (متوفی ۴۳۰ھ) سے قبل اختلاف الفقہاء سے متعلق بعض علماء کی کتب موجود ہیں، چنانچہ امام ابن جریر الطبری (متوفی ۳۱۰ھ) کی کتاب اختلاف الفقہاء اسی طرح ان کے ہم عصر ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی (متوفی ۳۲۱ھ) نے بھی اختلاف الفقہاء کے نام سے کتاب لکھی ہے اس موضوع پر امام احمد بن نصر المرزوی (متوفی ۲۹۳ھ) کے دو کتابوں کا تذکرہ ابن الندیم نے الفہرست میں کیا ہے جن کے نام "کتاب اختلاف الفقہاء الصغیر" اور "کتاب اختلاف الفقہاء الکبیر" ہیں چنانچہ اس اعتبار سے امام دبوسی (متوفی ۴۳۰ھ) کو اس علم کا موجد تو نہیں البتہ مدون قرار دیا جاسکتا ہے۔

25 الفوائد البہیہ: ۱۰۹

26 الدبوسی، عبیداللہ بن عمر، ابوزید: تاسیس النظر: ۵، القاہرۃ، مطبعۃ الامام (س۔ن)

27 تاسیس النظر: ۸-۹

28 نفس مصدر

29 تاسیس النظر: ۶۰

30 نفس مصدر: ۶۱

31 التمیمی، تقی الدین العلامہ، الطبقات السنیۃ فی تراجم الحنیفہ ۳: ۲۷۶، دار الرفاعی للنشر والطباعۃ، ریاض، ۱۴۰۳ھ

32 التعلقیات السنیۃ بحاشیۃ الفوائد البہیۃ: ۳۵

33 الغزی، نجم الدین، ابوالمکارم، الکواکب السائرۃ باعیان المائۃ العاشرۃ ۳: ۱۰۴، بیروت (س۔ن)

34 الأشباہ والنظائر: ۷

35 المدخل الفقہی العام: ۲: ۹۵۴

36 صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ، حدیث (۱)

37 الأشباہ والنظائر: ۵۳

38 نفس مصدر: ۶۲

39 الأشباہ والنظائر: ۸۱

40 نفس مصدر ص۸۱

41 ابن نجیم کی الأشباہ والنظائر کی مخطوط و مطبوع شروحات کی تفصیل کے لیے دیکھیے (الندوی، القواعد الفقہیہ: ۴۳۷-۴۳۹)

42 المراغی، محمد بن مصطفی، الفتح المبین فی طبقات الأصولیین ۳: ۱۱۶، بیروت، ۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء

43 المدخل الفقہی العام ۲: ۹۵۶-۹۵۷

44 نفس مصدر

45 الخادمی، ابوسعید محمد بن محمد بن مصطفی، مجامع الحقائق: ۴۴-۴۷ قسطنطنیۃ، مطبعۃ العامرہ، ۱۲۸۸ھ

46 نفس مصدر، حرف الباء(۳)

47 نفس مصدر، حرف التاء(۶)

48 نفس مصدر، حرف النون(۱)

49 نفس مصدر، حرف الذال(۷)

50 علامہ مصطفی کوزل حصاری (متوفی ۱۲۱۵ھ) کا ترجمہ کتب تراجم میں نہیں ملا، اس شرح کا تذکرہ "منافع الدقائق شرح مجامع الحقائق" کی تالیف کی نسبت عام کتب میں خود علامہ خادمی کی طرف کی گئی ہے تاہم ڈاکٹر علی احمد الندوی نے اس کی نسبت علامہ مصطفی کوزل حصاری کی طرف کی ہے۔(علی احمد الندوی، القواعد الفقھیہ: ۱۴۵)

51 المجلہ: ۱۱

52 شرح مجلہ اردو ترجمہ، مقدمہ: ط

53 الزرقاء: المدخل الفقہی العام ۲: ۹۶۱

54 نفس مصدر

55 الاتاسی، شرح مجلہ: اردو ترجمہ: ۹۷- ۱۰۰: مفتی امجد العلی، مقدمہ؛ دکتور صبحی، بیروت، دار الملائین ۱۹۸۰

56 استاد احمد الزرقاء کے مرتب کردہ شرح "شرح القواعد الفقھیہ" متداول اور مشہور شرح ہے، عبد الستار ابو غدہ کے تعلیق و تصحیح کے ساتھ دار القلم دمشق سے ۱۴۰۹ھ ۱۹۸۹ء میں شائع ہو چکی ہے۔

57 قواعد مجلہ کی ایک اور اہم شرح عبد الستار القسطنطینی الحنفی (متوفی ۱۳۰۴ھ) نے "تشریح القواعد الکلیہ" کے نام سے لکھی۔ دیکھیے (اسماعیل باشا، ہدیۃ العارفین ۵: ۵۶۹)

58 الفرائد البہیۃ فی القواعد والفوائد الفقھیہ: ۷-۹

59 الفرائد البہیۃ فی القواعد والفوائد الفقھیہ: ۸

60 الحسینی، محمود: الفرائد البہیۃ فی القواعد والفوائد الفقھیہ، مقدمہ: ۱۳، دار الفکر ۱۴۰۶ھ /۱۹۸۶ء

61 نفس مصدر

62 الزرقاء: المدخل الفقہی العام ۳: ۹۵۸

63 الحسینی، محمود بن حمزہ: الفرائد البہیۃ فی القواعد والفوائد الفقھیہ: ۱۸، ۶۶، ۱۲۷

64 تفصیل کے لیے دیکھیے، ندوی، علی بن احمد، القواعد الفقہیۃ: ۴۶۹- ۴۷۰، دار العلم دمشق، ط: ۱۴۲۸ھ/۲۰۰۷ء

65 ندوی، علی بن احمد، القواعد الفقہیۃ: ۴۷۱-۴۷۵